رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

رجسٹر آصفیہ (نمبر ۱۸۰)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ

سالانہ .... ے

ششماہی .... ہے

سہ ماہی .... عہ

قیمت فی پرچہ (۲ر)

جلد (۲) | ۱۱ر تیر سنہ ۱۳۵۱ف | ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۱ھ | ۱۶ مئی سنہ ۱۹۴۲ء شنبہ | نمبر ۵

جنگ اور کانگریس کی روش

سیاسی قلابازیاں

از

سر چمن لال سیتلواڈ

کانگریسی قائدین جو قلابازیاں لگاتے ہیں ان سے ملک کے غور و فکر کرنے والے باشندوں کو بڑی مایوسی ہو رہی ہے۔ ایک رائے سے ہٹ کر دوسری متضاد رائے اختیار کرنا عام حالات میں بھی ایک مشکوک تغیرات کہی جا سکتی تھی۔ لیکن موجودہ نازک صورت حال میں اس سے ملک کے بہترین مفاد پر مہلک اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اعلان جنگ کے بعد مسٹر گاندھی نے حکومت برطانیہ کو غیر مشروط مدد دینے کی تلقین کی۔ اس کے بعد کی منزل پر انہوں نے کہا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ ہر قسم کی جنگ کے خلاف ہیں اور وہ عدم تشدد کے مسلک پر غیر متزلزل ایقان رکھتے ہیں۔

اشتراک عمل کی تلقین

کانگریس کی مجلس عاملہ نے ۷ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء کو بمقام دہلی یہ قرارداد منظور کی کہ ہندوستان کی آزادی کا اعلان اور مرکز میں قومی حکومت کی تشکیل "کانگریس کو اس قابل بنا دے گی کہ ملک کی موثر مدافعت کے انتظام میں پوری طرح حصہ حاصل کر سکے"۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے اپنے اجلاس منعقدہ پونا میں ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۴۰ء کو اس قرارداد کی توثیق کر دی۔ اگر کانگریس کے مطالبات منظور کر لئے جاتے تو کانگریس تشدد کے ذریعہ دشمن کی مزاحمت کرنے کے لئے پوری طرح اشتراک عمل کرنے پر آمادہ ہو جاتی۔ اس قرارداد کی منظوری کا نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ مسٹر گاندھی اس وقت کانگریس کی قیادت سے ہٹ گئے۔

اس کے بعد حکومت برطانیہ کا اگسٹ سنہ ۱۹۴۰ء والا پیشکش منظر عام پر آیا۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۴۰ء کو اپنے اجلاس بمبئی میں ایک قرارداد کے ذریعہ یہ اعلان کیا کہ چونکہ حکومت برطانیہ نے کانگریس کے پیشکش کو قبول نہیں کیا جو قرارداد پونا میں مضمر تھا اس لئے قرارداد پونا منسوخ کی جاتی ہے اور عدم تشدد پر ایقان کا اثبات کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد مسٹر گاندھی کو دوبارہ دعوت دی گئی کہ وہ قیادت قبول کریں اور اپنے عدم تشدد کے ذریعہ ہندوستان کی آزادی کے لئے [illegible]

اس کے بعد بھی کانگریس کے صدر نے اعلان کیا کہ اگر ہندوستان پر حملہ کیا گیا تو وہ لڑنے کے لئے تیار ہیں۔ کانگریس کی مجلس عاملہ اور سر اسٹافورڈ کرپس کے مابین جو گفت و شنید ہوئی اس سے بھی صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کانگریس کے مطالبات قبول کر لئے جاتے تو کانگریس ساری جنگ میں اشتراک عمل کرنے پر تیار ہو جاتی۔ یہ بات ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ گفت و شنید کا سلسلہ دفاع اور دوران جنگ میں حکومت کی نوعیت کے مسئلہ پر ٹوٹ گیا۔

مسئلہ دفاع

کانگریس کے صدر نے اپنے مکتوب میں جو سر اسٹافورڈ کرپس کو ۱۰ اپریل کو تحریر کیا کہ "قومی حکومت میں ہندوستان کے نمائندوں کے ہاتھ میں دفاع کی ذمہ داری حقیقی معنوں میں منتقل نہیں کی جا رہی ہے۔ کامیابی کے ساتھ ملک کی مدافعت کے لئے ایسی منتقلی ضروری ہے کیونکہ ملک کی جنگی صلاحیت کو پوری طرح روبہ عمل لانا اسی پر منحصر ہے" اسی خط میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ "قومی حکومت کامیابی کے ساتھ ملک کی مدافعت کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گی اور اس خصوص میں کمانڈر ان چیف کو ہر ممکنہ مدد دے گی"۔

۱۰ اپریل سنہ ۱۹۴۲ء کے مکتوب میں کانگریس کے صدر نے تحریر کیا تھا کہ "قومی حکومت کے خاص فرائض یہ ہونے چاہئیں کہ وہ کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے وسیع ترین پیمانہ پر دفاع کا انتظام کرے اور حملہ آور کی مزاحمت سے متعلق عوام میں ایک نفسیاتی کیفیت پیدا کرے، عوام کی جانب سے مدافعت کے لئے ایک قومی پس منظر کی ضرورت ہے۔ ایک سپاہی اور ایک شہری کو یہ محسوس کرنا چاہئے کہ وہ اپنے ملک کی آزادی کے لئے قومی قیادت کے تحت لڑ رہے ہیں۔ ہم نے یہ بات آپ پر واضح کر دی تھی اب ہمارے قومی نمائندوں کو تشفی دینے کا سوال نہیں ہے بلکہ سوال ساری جنگ اور حملہ آور سے آخری وقت تک لڑنے کا ہے"۔ لہذا یہ بات بالکل واضح ہے کہ موثر ساری جنگ میں جوش و خروش کے ساتھ حصہ لینے کے لئے کانگریس تیار رہے بشرطیکہ دفاع اور قومی حکومت کی نسبت اس کے مطالبات قبول کر لئے جائیں۔ اس وقت یا اب کانگریس نے عدم تشدد کے نظریہ کو پس پشت ڈال دیا تھا۔ ان کے نزدیک عدم تشدد ایک بنیادی عقیدہ نہیں تھا جیسا کہ مسٹر گاندھی کے نزدیک تھا۔

کرپس مشن کی ناکامیابی کے بعد کانگریسی لیڈروں نے کسی طور پر دشمن کی عدم مدافعت کی تلقین شروع کر دی۔

(بقیہ صفحہ [illegible])

ہفتہ وار
مملکت
جلد ۲ ۱۱ر تیر ۱۳۵۱ف نمبر ۵

شہری دفاعی کونسل

فوری قیام کی ضرورت

ہندوستان سے جنگ کی قربت نے حیدرآباد کے پبلک کارکنوں کو یہ محسوس کرنے پر مجبور کر دیا تھا کہ بیرونی حملے کا خطرہ کسی ایک فرقے یا طبقے تک محدود نہیں ہے۔ یہ خطرہ مشترک ہے اور اس سے بچنے کی تدبیریں بھی مشترک طور پر اختیار کی جانی چاہئیں۔ چنانچہ اسی احساس کے تحت چند ہفتے قبل حیدرآباد کے ہندو اور مسلم کارکنوں کا ایک اجتماع نواب میر اکبر علی خان صاحب بیرسٹر کے مکان پر ہوا تھا۔ صورت حال پر کافی غور و خوض کے بعد اس اجتماع میں یہ طے کیا گیا کہ یہ موقع سیاسی اور فرقہ واری اختلافات میں الجھے رہنے کا نہیں ہے بلکہ ان سیاسی اختلافات کے باوجود تمام پبلک کارکنوں کو ہوائی حملے سے بچاؤ اور شہری دفاع کے لئے مشترک طور پر اور ایک جہتی کے ساتھ کام کرنا چاہئے۔ اس مرتبہ پر بعض پبلک کارکنوں نے یہ بھی محسوس کیا تھا کہ حکومت سے ہمارے اختلافات چاہے کچھ ہوں حفاظتی تدابیر میں حکومت سے کامل اشتراک عمل کرنا چاہئے۔ اس غرض میں ابھی ان پبلک کارکنوں نے ایک مشترکہ بیان جاری کیا تھا جس میں اس امر پر زور دیا گیا تھا کہ:-

"ایسے نازک موقع پر ہم محسوس کرتے ہیں کہ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے سیاسی اختلافات سے قطع نظر کر کے ملک اور اہل ملک کی جان اور مال اور عزت کی حفاظت اپنا اولین فرض قرار دیں۔ سیاسی مسائل اور جدوجہد کا جاری رہنا ہم اس وقت قطعاً نامناسب تصور کرتے ہیں اور متفقہ طور پر حکومت سرکار عالی کی خدمت میں شہری دفاع اور ہوائی حملوں سے بچاؤ کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش کرتے ہیں:-"

اس مشترکہ بیان میں جو مطالبات پیش کئے گئے تھے ان میں سے حسب ذیل دو مطالبات خاص طور پر اہم تھے:-

"(۱) ہوائی حملوں سے بچاؤ اور شہری دفاع کی تنظیم سے متعلق ایک مجلس شہری دفاع قائم کی جائے جو سرکاری اور غیر سرکاری ارکان پر مشتمل ہو۔

(۲) ہماری قطعی رائے ہے کہ ہوائی حملوں سے بچاؤ اور شہری محافظ دستوں کی تنظیم کے لئے فرقہ داری ادارے قائم نہ کئے جائیں اور اگر ایسے ادارے قائم ہوں تو ان سے کام نہ لیا جائے"

فرقہ داری سرگرمیاں

اس بیان کا اہل ملک نے جس طرح خیر مقدم کیا وہ محتاج بیان نہیں۔ اس سلسلہ میں چند ہفتے قبل نواب سالار جنگ بہادر کی بارہ دری میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں یہ قرارداد منظور ہوئی تھی کہ باشندگان حیدرآباد بلا لحاظ مذہب و ملت بلدہ و اضلاع میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور برادرانہ تعلقات برقرار رکھیں اور ہوائی حملوں کی صورت میں اہل ملک کی حفاظت اور امداد کے لئے محلہ واری قصباتی اور دیہاتی کمیٹیاں قائم کریں۔ مقررین نے اس جلسہ میں حکومت کو یقین دلایا کہ وہ حفاظتی تدابیر میں کامل تعاون عمل کرنے تیار ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے حیدرآباد میں بعض ادارے اور پبلک کارکن ایسے بھی ہیں جو مشترکہ خطرے کے مقابلہ میں بھی مشترک طور پر ایک جہتی کے ساتھ کام کرنے تیار نہیں۔ ایسے علیحدگی پسند پبلک کارکن فرقہ داری اصول پر رضاکاروں کی فراہمی اور محلہ واری تنظیم میں مصروف ہیں۔ ان کی سیاسی سرگرمیاں جن میں اشتعال انگیزی کا کافی سامان موجود ہے بدستور جاری ہیں۔ ان کی فرقہ پرستی ایسی شدید صورت اختیار کر چکی ہے کہ اب یہ مرض لاعلاج نظر آتا ہے۔ تاہم یہ امر موجب طمانیت ہے کہ وہ پبلک کارکن جنھوں نے مشترکہ بیان پر دستخط کئے تھے ان حفاظتی تدابیر میں تعاون عمل کیلئے تیار ہیں جو حکومت اختیار کر رہی ہے اور یہ امر ایک واقعہ ہے کہ یہ کارکن رضاکاروں کی فراہمی میں اپنی پوری توجہ مبذول کر رہے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے اپنے بیان میں حکومت سرکار عالی سے مطالبہ کیا تھا کہ سرکاری اور غیر سرکاری ارکان پر مشتمل ایک شہری دفاعی کونسل تشکیل دیدی جاتی تو ان کارکنوں کو اشتراک عمل حاصل کرنے کے لئے ایک موثر ذریعہ پیدا ہو جاتا۔ سنا جا رہا تھا کہ ایسی ایک کونسل کی تشکیل حکومت کے زیر غور ہے۔ حکومت نے اس مشترکہ بیان کا خیر مقدم کرتے ہوئے جو کمیونک جاری کیا تھا اس سے بھی یہی مترشح ہو رہا تھا۔ چنانچہ اس کمیونک میں کہا گیا تھا کہ:-

"حکومت سرکار عالی ہوائی حملوں سے بچاؤ اور شہری دفاعی تدابیر کی نسبت بعض ہندو اور مسلم نمائندوں کے مشترکہ بیان کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور ان کو مبارکباد دیتی ہے کہ انھوں نے حیدرآباد کی بہترین روایات کے مطابق دونوں بڑی جماعتوں کے مابین رشتہ اتحاد منظم کرنے کے لئے صورت حال پر حقیقت پسندانہ نظر ڈالی ہے۔ مشترکہ بیان میں جو درخواست کی گئی ہے اس سے استفادہ کرتے ہوئے حکومت سرکار عالی چاہتی ہے کہ ہوائی حملوں سے بچاؤ اور شہری دفاع کے لئے جو تدابیر اختیار کی جائیں ان میں اردو دستخط کنندگان اور دیگر پبلک کارکنوں میں زیادہ سے زیادہ ربط قائم کرے اور عنقریب اس اشتراک عمل کو ایک باسیاق شکل میں ڈھالنے والی ہے۔"

عاجلانہ توجہ کی ضرورت

ہمیں خبر نہیں کہ ایک عرصہ گذر جانے کے باوجود یہ مجلس جس کا اہل ملک کو انتظار تھا اب تک کیوں تشکیل نہیں دی گئی۔ البتہ ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ حکومت سرکار عالی ہوائی حملوں سے بچاؤ اور شہری دفاع کی تدابیر اختیار کر رہی ہے لیکن ان تدابیر میں پبلک کارکنوں کو اشتراک عمل کا پورا موقع نہیں مل رہا ہے۔ ہم یہ بھی سن رہے ہیں کہ جو تدابیر اب تک اختیار کی جا رہی ہیں اور اختیار کی جا رہی ہیں ان کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ ان کی تفصیلات پبلک کے سامنے بیان نہیں کی جا سکتیں۔ اکثر تدابیر کو راز میں رکھنا پڑتا ہے۔ بلدہ اور اضلاع میں حکومت کی مسلح اور دیگر قوتوں میں بلحاظ ضرورت اضافہ کیا جا رہا ہے تاکہ عوام کی جان و مال کی مناسب طریقہ پر حفاظت کی جائے۔ اور ایسے قوانین بھی بنائے جا رہے ہیں جن کی رو سے سرکاری عہدیداروں کو سرسری تحقیقات اور گرفتاری کے اختیارات حاصل ہو جائیں گے۔ یہ سارے امور ایسے ہیں جن میں پبلک کے نمائندوں کا اشتراک عمل ضروری ہے۔ اس سے ایک طرف تو عوام کی ضروریات سے حکومت واقف رہے گی دوسری طرف حکومت کی سرگرمیوں سے جس حد تک ممکن ہو عوام کو ان کے نمائندوں کے ذریعہ باخبر کیا جا سکے گا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حفاظتی تدابیر سے متعلق بہت سے امور ایسے ہیں جن کو راز میں رکھنا پڑتا ہے۔ عوام پر ان امور کا آشکار ہونا بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہو سکتا ہے لیکن پبلک کارکنوں کا ان امور سے باخبر رہنا ضروری ہے تاکہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اپنی واقفیت کی بنا پر عوام کو مطمئن رکھ سکیں۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو ہمیں اندیشہ ہے کہ

بعض حلقوں میں حفاظتی تدابیر کے منسوخ ہو جانے کا ... ہو رہی ہیں ان میں اضافہ ہو جائے گا۔ ہم اس امر سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ بعض افراد کے ... اے آر پی کے انتظامات پر وقت بے لاگ اعتراضات کئے جا رہے ہیں۔ ان اعتراضات کی تردید بھی حکومت کا فرض ہے اور اور اس کی ایک موثر صورت یہی ہو سکتی ہے کہ فوراً شہری دفاعی کونسل قائم کر دی جائے۔ ہمیں توقع ہے کہ حکومت سرکار عالی ان امور پر عاجلانہ توجہ فرمائے گی اور شہری دفاعی کونسل قائم کرکے پبلک کارکنوں کا اشتراک عمل حاصل کرنے اور ان کے ذریعہ سے عوام سے ربط قائم رکھنے کا موثر ذریعہ پیدا کرے۔

کانگریس کی قرارداد سے سر وزیر حسن کا اختلاف

کل ہند کانگریس کمیٹی کی حالیہ قرارداد کی نسبت سر وزیر حسن ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ جہاں تک ملک کی مدافعت کا تعلق ہے کل ہند کانگریس کمیٹی نے غلطی نہیں کیا اور اپنی بے عملی کو اخلاقی حیثیت سے حق بجانب ثابت کرنے کے لئے تیسری جماعت پر الزام عائد کر دیا۔ حملہ آور کی مزاحمت کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ مگر حملہ آور کو روکنے کی تدابیر اختیار نہ کرنا حکومت کے اختیار کردہ تدابیر سے تعاون کرنے کے لئے عوام کو آمادہ نہ کرنا، تمام ملکی فرائض کے لئے غیر جانبداری کی روش اختیار کرنا اور قومی حکومت کے قیام اور ملک کی مدافعت کی تدابیر کو مشروط کر دینا ایک سخت غلطی ہے۔ اطاعت کیشی کا راستہ شکست و فرار کا راستہ نہیں بن جاتا۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ اس خطرناک موقف سے ہم کس طرح نکل سکتے ہیں؟

مسٹر راجگوپال چاری کے نقطۂ نظر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سر وزیر حسن نے کہا کہ "مسٹر راجگوپال چاری نے جو تجویز کی ہے وہ موجودہ دشواری سے نکل آنے کا ایک راستہ ہے۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ قومی دفاع بغیر قومی حکومت کے ممکن نہیں اور وہ بتلاتے ہیں کہ یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ کانگریس قومی حکومت قائم کرنے کے لئے مسلم لیگ سے سمجھوتہ کرنے کی تدابیر اختیار کرے۔ میں نے پاکستان کے نظریہ کی کبھی تائید نہیں کی تاہم اس واقعہ سے دوچار ہونا ناگزیر ہے کہ مسلمانوں میں کچھ عرصہ سے بد اعتمادی خوف اور تردد پیدا ہو گیا ہے ان شکوک اور اندیشوں کو رفع کرنا ضروری ہے۔ مسٹر راجگوپال چاری کی قرارداد کو مسترد کرکے آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے اپنی تنگ نظری کا ثبوت دیا۔

آزاد مسلم قوم پرستوں کے تاثرات

مسٹر راجگوپال چاری کی تائید

آزاد مسلم بورڈ کے معتمد ڈاکٹر شوکت اللہ انصاری نے اپنے صحافتی بیان میں فرمایا کہ مسٹر راجگوپال آچاری نے ہمارے جسد سیاسی کے ایک پھوڑے پر نشتر رکھا ہے اور اب اس پھوڑے کو بہت سا زہریلا مادہ بہت باہر نکالا جا رہا ہے۔ باوجودیکہ انہوں نے ایک مرکب مسئلہ پیش کی ہے مگر اس کی اہمیت اتنی ہے۔ کانگریس اور مسلم لیگ کا دو مسئلہ سلسلہ جو کچھ بھی کر آج ملک میں ایک سخت خلفشار کی حالت پیدا ہو گئی ہے اور وہ فوری دفعیہ کی متقاضی ہے۔ کانگریس اور آزاد کانفرنس کی جماعتیں اپنے باہمی اختلافات کے باوجود مسلم لیگ سے بھی اختلاف رکھتی ہیں۔ مگر آزاد مسلم بورڈ نے کانگریس سے گفت و شنید کی سلسلہ میں مداخلت کرنا اس لئے پسند نہیں کیا کہ جس حد تک یہ گفتگو پہنچی تھی وہاں تک بورڈ کانگریس کے نقطۂ نظر سے متفق تھا۔ بورڈ کی ہمیشہ یہی رائے رہی ہے کہ کوئی ایسی تجویز جو ہندوستان کے وفاقی اتحاد کے خلاف ہو نہ صرف ملک کے عام مفاد کے منافی ہو گی بلکہ خود ہندوستانی مسلمانوں کیلئے بھی مضر ہو گی۔ اس کے علاوہ بورڈ اس امر پر بھی زور دیتا رہا ہے کہ وفاقی وحدتوں کو پوری خود مختاری دی جائے اور تہذیبی مذہبی اور معاشی تحفظات بھی تمام مذہبی جماعتوں کو یکساں دئے جائیں۔ اس تجویز کے مقابلہ میں جس کے ذریعہ سے ہر وفاقی وحدت میں تمام مسلمانوں کو خواہ وہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں تمام وہ حقوق حاصل ہوتے ہیں جو دوسروں کو حاصل ہوں گے ہم نے اس مبہم اسکیم کی مخالفت کی ہے جو عرف عام پاکستان اسکیم کہی جاتی ہے۔ ہم نے ایسی اسکیموں پر بھی غور کیا ہے جن کا مقصد مسلمانوں کو دوسری اقوام سے جدا کرنا ہے اور ہم نے ان کی مذمت کی ہے اس لئے کہ وہ ان ہی مسلمانوں کے لئے خطرہ ہی خطرہ تھا جیں اس امر کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان اسکیموں کا بنیادی مطالبہ حق انتخاب حکومت کے اصول پر مبنی ہے اور اسی لئے ان کا اصل اصول یہی ہے کہ ہندوستان کے دستور کا سوال ایک ... مجلس دستور ساز میں طے کیا جائے۔ منطقی طور پر حق انتخاب حکومت کے ساتھ یہ حق بھی لازم ہے کہ ہر خود مختار وحدت اپنی کثرت رائے کے مطابق اتحاد میں شریک رہے یا اس سے جدا ہو جائے۔ یہی جدا ہونے کا وہ حق ہے جو بعض حالات میں وحدتوں کو حاصل ہو سکتا ہے۔ اس حق سے کسی وحدت کے منشاء کے خلاف انکار نہیں کیا جا سکتا۔

روس کے دستور اساسی میں یہ حق نہ صرف کسی ایک بلکہ متعدد مسلم جمہوریتوں کو دیا گیا ہے جو تاریخی حیثیت سے کئی ایک ہی

زمانہ میں ترکی ایران اور افغانستان کے اجزاء تھے اور بعد میں کسی طرح آزاد ہوئیں کہ بعض ممالک سے جدا ہونا یا بعض ممالک سے متحد ہونا پسند کیا۔

اس لئے یہ امر واضح رہنا چاہئے کہ اس قدر صاف حق کا اعتراف یہ ضروری نہیں کہ بہرحال ترین قطع تعلق کے مرادف ہو بلکہ اقلیتوں کو غیر منصفانہ برتاؤ سے محفوظ رکھنے کی بھی ایک تدبیر ہے۔ علاوہ بریں ایک یہ حق دے بھی دیا جائے تب بھی آیا کوئی صوبہ چاہے اپنی کثرت رائے سے روشنی رفاق سے روگردان ہو سکتا ہے۔ لہذا یہ دور بینی تدبیر کا یہ عمل قرین عقل نہ ہوگا کہ اس حق کو تسلیم کر لیا جائے اور اس طرح بداعتمادی اور شبہات کو رفع کر دیا جائے بجائے اس کے کہ اس حق سے انکار کرکے تردد و شبہات اور بدگمانی پیدا کی جائے۔ کانگریس کے دہلی والے رزولیشن میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ کانگریس کسی منطقہ کو اس کی مرضی کے خلاف مجبور کرکے اتحاد ہندوستان میں شریک رکھنے کو جائز نہیں کہہ سکتی۔ اب وقت آگیا ہے کہ وہم قیاس کے اندیشے کو مٹا دیا جائے۔

فقہ اسلام میں اجتہاد

از

جناب سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی

اسلامی قانون کوئی ساکن اور منجمد قانون نہیں ہے کہ ایک خاص زمانہ اور خاص حالات کے لئے اس کو جس شکل پر مرتب و مدون کیا گیا ہو اسی صورت پر وہ ہمیشہ قائم رہے اور حالات، مقامات اور زمانے کے بدل جانے پر بھی اس صورت میں کوئی تغیر نہ کیا جا سکے۔ جو لوگ اس قانون کو ایسا سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ وہ اسلامی قانون کی روح ہی کو نہیں سمجھے ہیں۔ اسلام میں دراصل شریعت کی بنیاد حکمت اور عدل پر رکھی گئی ہے۔ تشریع (قانون سازی) کا اصل مقصد یہ ہے کہ بندگان خدا کے باہمی معاملات اور تعلقات کی تنظیم اس طور پر کی جائے کہ ان کے درمیان مزاحمت اور مقابلے کے بجائے تعاون اور امداد باہمی اور ہمدردانہ اشتراک عمل ہو۔ ایک دوسرے کے متعلق ان کے فرائض اور حقوق ٹھیک ٹھیک عدل اور توازن کے ساتھ مقرر کر دئے جائیں۔ اور اجتماعی زندگی میں نہ صرف یہ کہ ہر شخص کو اپنی استعداد کے مطابق ترقی کرنے کے پورے مواقع ملیں، بلکہ وہ دوسروں کی ترقی کے نشو و نما میں بھی مددگار ہو یا کم از کم دوسروں کی ترقی میں مانع و مزاحم بن کر موجب فساد نہ بن جائے۔ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے فطرت انسانی اور حقایق اشیاء کے اس علم کی بنا پر جو اس کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں چند ہدایات دی ہیں۔ اور اس کے رسول نے اس کے دئے ہوئے علم سے ان ہدایات کو عملی زندگی میں نافذ کر کے ہمارے سامنے ایک نمونہ پیش کر دیا ہے۔ یہ ہدایات اگرچہ ایک خاص زمانہ اور خاص حالات میں دی گئی تھیں اور ان کو ایک خاص سوسائٹی کے اندر نافذ کیا گیا تھا۔ لیکن ان کے الفاظ سے اور ان طریقوں سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عمل کا جامہ پہنانے میں اختیار فرمائے تھے، قانون کے چند ایسے وسیع اور ہمہ گیر اصول نکلتے ہیں جو ہر زمانے اور ہر حالت میں انسانی سوسائٹی کی اصلاح و تنظیم کے لئے یکساں مفید اور قابل عمل ہیں۔ اسلام میں جو چیز مستقل اور ناقابل تغیر و تبدل ہے وہ یہی اصول ہیں۔ اب یہ ہر زمانہ کے مجتہدین کا کام ہے کہ عملی زندگی میں جیسے جیسے حالات اور حوادث پیش آتے جائیں ان کے لئے ان اصولوں سے احکام نکالتے چلے جائیں اور معاملات میں ان کو اس طرح نافذ کریں کہ شارع کا اصل مقصد پورا ہو۔ شریعت کے اصول جس طرح ثابت اور غیر متبدل ہیں اس طرح وہ قوانین ثابت اور غیر متبدل نہیں ہیں جن کو انسانوں نے مرتب کئے ہیں اور وہ تمام ازمنہ و امکنہ اور احوال و حوادث کے لئے نہیں، بلکہ خاص حالات اور حوادث کے لئے

تجدید کیلئے چند ضروری شرطیں

پس اسلام میں اس امر کی پوری وسعت رکھی گئی ہے کہ تغیر احوال اور تجدد حاجات و حوادث کے لحاظ سے احکام اصول شرع کے تحت تغیر کیا جا سکے۔ اور جیسی جیسی نئی ضرورتیں پیش آتی جائیں ان کو پورا کرنے کے لئے قوانین مرتب کئے جا سکیں۔ اس معاملہ میں ہر زمانہ اور ہر ملک کے مجتہدین کو اپنے زمانی اور مکانی حالات کے لحاظ سے استنباط احکام اور تفریع مسائل کے پورے اختیارات حاصل ہیں۔ اور یہ ہرگز نہیں ہے کہ کسی خاص دور کے اہل علم کو تمام زمانوں اور تمام قوموں کے لئے وضع قانون کا اجارہ دے کر دوسروں کے اختیارات کو سلب کر لیا گیا ہو۔ لیکن اس کے معنی یہ بھی نہیں ہیں کہ ہر شخص کو اپنے منشاء کے مطابق احکام کو بدل ڈالنے اور اصول کو توڑ مروڑ کر ان کی الٹی سیدھی تاویلیں کرنے اور قوانین کو شارع کے اصل مقصد سے پھیر دینے کی آزادی حاصل ہو۔ اس کے لئے بھی ایک ضابطہ ہے اور وہ چند شرائط پر مبنی ہے۔

پہلی شرط

قوانین مدون کرنے کے لئے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ مزاج شریعت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے۔ یہ بات صرف قرآن مجید کی تفسیر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں تدبر کرنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان دونوں چیزوں پر جس شخص کی نظر وسیع اور عمیق ہوگی وہ شریعت کا مزاج شناس ہو جائے گا۔ اور ہر موقع پر اس کی بصیرت اس کو بتا دے گی کہ مختلف طریقوں میں سے کون طریقہ اس شریعت کے مزاج سے مناسبت رکھتا ہے اور کس طریقے کو اختیار کرنے سے اس کے مزاج میں بے اعتدالی پیدا ہو جائے گی۔ اسی بصیرت کے ساتھ احکام میں جو تغیر و تبدل کیا جائیگا وہ نہ صرف مناسب اور معتدل ہوگا بلکہ اپنے محل میں شارع کے اصل مقصد کو پورا کرنے کے لئے وہ اتنا ہی بجا ہوگا جتنا خود شارع کا حکم ہوتا۔ اس کی مثال میں بہت سے واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ کا یہ حکم کہ دوران جنگ میں کسی مسلمان پر حد نہ جاری کی جائے اور جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کا ابو محجن ثقفی کو شرب خمر پر سزا معاف کر دینا اور حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ کہ قحط کے زمانہ میں کسی سارق کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ یہ امور اگرچہ بظاہر شارع کے صریح احکام کے خلاف معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن جو شخص شریعت کا مزاج داں ہے وہ جانتا ہے کہ ایسے خاص حالات میں حکم عام کے امتثال کو چھوڑ دینا مقصود شارع کے عین مطابق ہے۔ اسی قبیل سے وہ واقعہ ہے جو حاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں کے ساتھ پیش آیا۔ قبیلہ مزینہ کے ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ حاطب کے غلاموں نے اس کی اونٹنی چرا لی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پہلے تو ان کے ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیا مگر پھر فوراً ہی آپ کو تنبہ ہوا اور آپ نے فرمایا کہ تم نے ان غریبوں سے کام لیا مگر ان کو بھوکا رکھا اور اس حال کو پہنچا دیا کہ اگر ان میں سے کوئی شخص حرام چیز بھی کھا لے تو اس کے لئے جائز ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے ان غلاموں کو معاف کر دیا اور ان کے مالک سے اونٹ والے کو تاوان دلوایا۔ اسی طرح طلقات ثلاثہ کے مسئلہ میں حضرت عمرؓ نے جو حکم صادر فرمایا وہ عہد رسالت کے عملدرآمد سے مختلف تھا۔ مگر چونکہ احکام میں یہ تمام تغیرات شریعت کے مزاج کو سمجھ کر کئے گئے تھے اس لئے ان کو کوئی نامناسب نہیں کہہ سکتا۔ بخلاف اس کے جو تغیر فہم و بصیرت کے بغیر کیا جاتا ہے وہ مزاج شریعت میں بے اعتدالی پیدا کرتا ہے۔

دوسری شرط

مزاج شریعت کو سمجھنے کے بعد دوسری اہم شرط یہ ہے کہ زندگی کے جس شعبہ میں قانون بنانے کی ضرورت ہو اس کے متعلق شارع کے جملہ احکام پر نظر ڈالی جائے اور ان میں غور و فکر کر کے یہ معلوم کیا جائے کہ ان سے شارع کا منشا کیا ہے۔ شارع کس نقشہ پر اس شعبہ کی تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ اسلامی زندگی کی وسیع تر اسکیم میں اس شعبہ کا کس جگہ پر مقام ہے اور اس مقام کی مناسبت سے اس شعبہ میں شارع نے کیا پالیسی اختیار کی ہے۔ اس چیز کو سمجھے بغیر جو قانون بنایا جائیگا۔ جیسے قانون میں جو حذف اضافہ کیا جائیگا وہ مقصود شارع کے مطابق نہ ہوگا اور اس سے قانون کا رخ اپنے مرکز سے منحرف ہو جائے گا۔

قانون اسلامی میں ظاہر احکام کی اہمیت اتنی نہیں ہے جتنی مقصد احکام کی ہے۔ فقیہ کا اصلی کام یہ ہے کہ وہ شارع کے مقصد اور اس کی حکمت و مصلحت پر نظر رکھے۔ بعض خاص مواقع ایسے آتے ہیں جن میں اگر ظاہر احکام پر (جو عام حالات کو مد نظر رکھ کر دئے گئے تھے) عمل کیا جائے تو اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ایسے وقت میں ظاہر حکم کو چھوڑ کر اس طریق پر عمل کرنا ضروری ہے جس سے شارع کا منشا پورا ہوتا ہو۔ قرآن مجید میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جیسی کچھ تاکید کی گئی ہے معلوم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر بہت زور دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود آپ نے ظالم و جابر امرا کے مقابلے میں خروج سے منع فرمایا کیونکہ شارع کا اصل مقصد فساد کو صلاح سے بدلنا ہے۔ جب کسی فعل سے اور زیادہ فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اور صلاح کی امید نہ ہو تو اس سے احتراز بہتر ہے۔ علامہ ابن تیمیہ کے حالات میں ہے کہ فتنہ تاتار کے زمانے میں ایک گروہ پر ان کا گزر ہوا جو شراب و کباب میں مشغول تھا۔ علامہ کے ساتھیوں نے ان لوگوں کو شراب سے منع کرنا چاہا مگر علامہ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ اللہ نے شراب کو فتنہ و فساد کا دروازہ بند کرنے کے لئے حرام کیا ہے۔ اور یہاں یہ حال ہے کہ شراب ان ظالموں کو ایک بڑے فتنے یعنی قتل نفوس اور نہب اموال سے روکے ہوئے ہے۔ لہٰذا ایسی حالت میں ان کو شراب سے روکنا مقصود شارع کے خلاف ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حوادث

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

"ہندوستان کی مشترکہ زبان ہندی ہے"

ہندی ساہتیہ سمیلن کی تجاویز

بہار کی صوبائی (ہندی) ساہتیہ سمیلن کے جلسے ۱۲ اور ۱۳ اپریل ۱۹۵۱ء کو موتی ہاری میں ہوئے۔ اس سمیلن میں چار تجویزیں بحث مباحثے کے بعد منظور ہوئیں۔ ایک کے ذریعے تو حکومت بہار کی ہندوستانی کمیٹی کی طرف سے بڑی بے اطمینانی ظاہر کی گئی۔ اس کمیٹی کی ہوئی ہندوستانی زبان کو برا بھلا کہا گیا اور حکومت بہار کی ہندوستانی کتابوں کو زبان کے اعتبار سے سخت مضر بتایا گیا۔ اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے ایک مقرر نے یہ کہا کہ بہار ساہتیہ سمیلن کے بعض اراکین نے ہندوستانی کمیٹی سے تعاون کیا جس کی وجہ سے سمیلن عوام کی نظروں سے گر گئی۔ سمیلن کے سکریٹری نے بیان کیا کہ سمیلن کی طرف سے ایک کمیٹی خاص طور سے بنائی گئی ہے۔ جو بہار کی ہندوستانی کے خلاف احتجاج یا ترغیب کرتی ہے۔

سمیلن کی دوسری تجویز بہت ہی دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ اس تجویز میں بابو راجندر پرشاد کے اس بیان کی توثیق کی گئی ہے جو انھوں نے ادبی پریشد کی صدارت کے انتخاب کے وقت شائع کیا تھا اور جس میں انھوں نے بتایا تھا کہ اگرچہ ہندوستانی کی تبلیغ میں انھوں نے بڑی سرگرمی سے کام کیا ہے مگر ہندی کی خدمت میں بھی انھوں نے بہت کی ہے اور اس بیان کو پڑھنے سے تو اب معلوم ہوتا ہے کہ بابو راجندر پرشاد جی تو ہندی ہی کو راشٹر بھاشا سمجھتے ہیں مگر اس بیان کے باوجود پروفیسر جھا کے مقابلے پر صدر منتخب نہ ہو سکے تھے۔ تجویز میں اس بیان کی صرف توثیق ہی نہیں ہے بلکہ توضیح و تشریح بھی کر دی گئی ہے۔ بابو راجندر پرشاد کا یہ بیان نومبر ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا تھا اور ہماری زبان مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۴۱ء میں اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خاص ٹکڑے یہاں بھی نقل کر دیے جائیں۔

"راشٹر بھاشا پرچار کی تحریک سے میرا تعلق بالکل ابتدا سے یعنی ۱۹۲۵ء سے ہے جب کہ سمیلن کے اندور والے اجلاس میں اس کے متعلق پہلا فیصلہ ہوا تھا اور میں نے اپنے مقدور بھر خدمت بھی کی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں جب بمقام ناگپور سمیلن نے یہ طے کیا کہ پرچار صوبہ مدراس کے علاوہ جہاں یہ کام دکشنی بھارت ہندی پرچار سبھا کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ دوسرے صوبوں میں شروع کیا جائے جہاں کی بولی ہندی نہیں ہے تو ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا میں صدر بنا ۔۔۔ ہندی جیسے راشٹر بھاشا بننے کی صلاحیت ہوگا کہ وہ ہندوستان کی دوسری صوبائی زبانوں سے الفاظ سے بخوبی استفادہ کر سکتی ہے۔"

اسی بیان میں ڈاکٹر راجندر پرشاد فرماتے ہیں:

"راشٹر بھاشا کے متعلق اپنا خیال میں کئی جگہ پر بیان کر چکا ہوں ——— ناگپور سمیلن میں صدر کی حیثیت سے، بنارس میں راشٹر بھاشا پریشد کے صدر کی حیثیت سے اور ابھی پچھلے دنوں کلکتہ میں راشٹر بھاشا سمیلن کے صدر کی حیثیت سے۔"

اب ناگپور سمیلن کے صدر کی حیثیت سے ڈاکٹر راجندر پرشاد کا خیال ملاحظہ فرمائیے۔

"خوشی کی بات ہے کہ اس کمیٹی کی کوششوں سے بھارتیہ ساہتیہ پریشد کی بنیاد ڈالی جا رہی ہے اور اس کا پہلا اجلاس مہاتما گاندھی کی صدارت میں ہو رہا ہے۔ اس کے ذریعے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ ہندی کے پرچار کے متعلق لوگوں میں جو غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے وہ بھی دور ہو جائے گی اور ہمیں امید ہے کہ اس سے ہندی پرچار میں مدد ملے گی۔" (اردو ہندی سنہ ۱۹۳۶ء)

بنارس اور کلکتہ میں تو ڈاکٹر راجندر پرشاد نے راشٹر بھاشا کا نام صاف صاف "ہندی" ہی بتایا تھا۔ بہار کی اس سمیلن نے ڈاکٹر صاحب کے اس بیان کی توثیق کرتے ہوئے یہ تجویز بھی کر دی کہ "ہندی ہی ملک کی قومی زبان ہے۔"

تیسری تجویز کے ذریعے ابو ہر والی اس تجویز کی مخالفت کی گئی کہ ہندی اور اردو دو الگ الگ زبانیں ہیں۔

پہلی تجویز بلا اختلاف منظور ہوئی۔ دوسری اور تیسری تجویز پر لمبی بحث رہی مگر بالآخر دونوں منظور ہوئیں۔ دونوں تجویزیں مسٹر رام کرشن بینی پوری کی پیش کی ہوئی تھیں۔ اور شری برج نندن آزاد نے ان تجویزوں کی مخالفت کی تھی اور مخالفت کچھ اس پیرائے میں تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بحث و مباحثہ اور تجویزوں کے پس پشت بہت کچھ "ذاتیات" کار فرما ہے۔ تجویز نمبر ۲ میں منظور ہونے سے پہلے مسٹر آزاد کی پیش کردہ ترمیم رد کی گئی تھی۔ مسٹر بینی پوری نے تجویز پیش کرتے ہوئے بیان کیا کہ صوبہ متحدہ میں ایک گروہ ہے جس کی کوششوں کی بدولت دو بہاریوں ڈاکٹر راجندر پرشاد اور پروفیسر جھا کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کیا گیا اور ڈاکٹر راجندر پرشاد کو اسی گروہ کی کوشش سے شکست ہوئی جس میں ایک مشہور پبلیشر اور صوبہ متحدہ محکمہ تعلیمات کے ایک سابق افسر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مسٹر بینی پوری کی ساری تقریر آل انڈیا سمیلن کی مخالفت میں تھی ———

چوتھی تجویز کے ذریعہ ڈاکٹر راجندر پرشاد کی پیش کی ہوئی راشٹر بھاشا کی تعریف منظور کی گئی اور اس کی وضاحت کر دی گئی کہ ملک کی قومی زبان ہندی ہی ہے۔

بہر حال سمیلن نے پہلے تو ابو ہر کی اس تجویز کی مخالفت کی کہ ہندی اور اردو دو الگ الگ زبانیں ہیں۔ پھر ڈاکٹر راجندر پرشاد کے بیان کی توثیق کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اس بیان میں ڈاکٹر راجندر پرشاد نے راشٹر بھاشا سے ہندی سے مراد لی تھی اور آخر میں ایک مستقل تجویز منظور کر کے ہندی کو راشٹر بھاشا تسلیم بھی کر لیا۔ بظاہر تو ابو ہر کے اجلاس کی مخالفت اور ہندی کو راشٹر بھاشا تسلیم کرنا دو متضاد باتیں معلوم ہوتی ہیں لیکن سمیلن کے جلسوں کی تفصیلی کارروائی پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو ہر والی تجویز کی مخالفت محض اس بنا پر کی گئی کہ اس کو منظور کرنے والوں میں مسٹر پرشوتم داس ٹنڈن اور سمپورنانند شریک تھے اور ان حضرات کا تعلق صوبہ متحدہ کا ہے۔ نیز یہ کہ ابو ہر ہی میں پروفیسر جھا کو ڈاکٹر راجندر پرشاد کے مقابلے پر صدر منتخب کیا گیا تھا اور بہار کی سمیلن میں ڈاکٹر راجندر پرشاد کے حامی زیادہ تھے ——— ورنہ مقصد کی حد تک کوئی اختلاف نہیں کہ ہندی ہی ملک کی قومی زبان ہے!

(ہماری زبان)

مراسلات

جنگ اور ٹیکسی موٹریں

جناب ایڈیٹر صاحب "نکہت"

جنگ کے اثرات جہاں ہر شعبہ زندگی پر پڑے ہیں وہاں ہم ٹیکسی موٹروں کے مالکوں کی چند التجائیں حکومت کے روبرو پیش کرنے کی ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔ نہ صرف ہم بلکہ تمام موٹروں کے مالک بھی اس مسئلہ میں ہمارے ہمنوا ہوں گے۔ پٹرول میں نمایاں کمی کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے موٹر کی افادیت اور استعمال میں بھی نمایاں کمی ہو گئی ہے۔ خانگی اور کاروباری مقاصد کے لئے موٹریں کم استعمال ہو رہی ہیں اور بالخصوص ایسے لوگ جن کے لئے موٹریں ذریعہ روزگار ہیں جیسے کہ ٹیکسی موٹروں کے مالک ان کو کم پٹرول ملنے کی وجہ سے کرایہ میں کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے۔ اکثر ٹیکسی موٹروں کے مالک مجبوری میں اپنی موٹریں فروخت کر رہے ہیں انہیں کرایہ میں اتنی کم آمدنی ہو رہی ہے کہ وہ موٹر کا ٹیکس ادا نہیں کر سکتے اور وہ ٹیکس اس زمانہ میں عائد کیا گیا تھا جبکہ ٹیکسی موٹروں سے کافی آمدنی ہو رہی تھی اور خانگی و کاروباری ضروریات کے لئے موٹریں زیادہ سے زیادہ استعمال ہوتی تھیں۔ ایسے حالات میں محکمہ بلدیہ اور حکومت سے ہماری التماس ہے کہ پٹرول راشننگ کے تناسب سے موٹر کے ٹیکس میں کمی کی جائے اگر بلدیہ کا ٹیکس وہی قائم رہے گا تو ٹیکسی موٹروں کا جاری رہنا ناممکن ہو جائے گا اور خانگی موٹروں کے مالک بھی بلدیہ کا ٹیکس ادا کرنے میں دقت محسوس کریں گے۔

ایک مالک موٹر ٹیکسی

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ایک وکیل صاحب نے ہم سے دریافت کیا ہے کہ صوبہ داری محسن آباد میڈیکل کے دفتر پر انگریزی زبان میں بورڈ لگایا گیا ہے۔ نیز اس معاملہ کے پہنچنے اور سیکشن کیجنے کے مقام پر بھی جو تختیاں لگائی گئی ہیں وہ بھی انگریزی زبان میں ہیں۔ یہ امر سمجھ میں نہیں آیا کہ صوبہ داری میڈیکل میں ایک بدیسی زبان کا رواج کس مصلحت پر مبنی ہے؟

چند روز سے ہم بھی اس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ صوبہ میڈیکل میں ایک اخبار جا موجود ہے۔ یا ممکن ہے یہ وجہ ہو کہ صوبہ داری میڈیکل کا دفتر اشاعتی گرلز ہائی اسکول کے بالکل روبرو واقع ہے۔ کوئی اور وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ تاہم ہم نے اپنے نامہ نگار خصوصی کو تحقیقات کے لئے مقرر کر دیا ہے۔ تحقیقات کے نتیجے سے عنقریب اطلاع دی جائے گی۔

"اصلاحات کے نفاذ کا اصل مقصد تو یہی ہو سکتا ہے کہ ان عناصر کو مطمئن کیا جائے جو تغیر چاہتے ہیں ...... یہ ممکن ہے کہ اس جماعت کے انتہا پسند عناصر کی تشفی نہ کی جا سکے مگر اعتدال پسند عناصر کی تشفی تو ہونی چاہیے۔" (رعیت)

انتہا پسند بھی ذمہ دارانہ حکومت چاہتے ہیں اور اعتدال پسند بھی۔ ان دونوں میں آخر فرق کیا ہے؟ دونوں اقتدار پسند ہیں۔ سچ

حقیقت اک ہی۔ باقی فسانہ

بیگم شاہنواز قومی دفاعی کونسل سے مستعفی ہو جائیں گی۔ پاکستان کے لئے کام کرنے پر آمادگی (اخباری سرخیاں)

سچ کہا تھا شیکسپیر نے

"اے تلون! تیرا نام عورت ہے"

یوم مخالف پاکستان کے جلسے میں جو بمقام سندربن منعقد ہوا تھا مسٹر پاٹل مسٹر چانسلر نے دعا مانگتے ہوئے کہا کہ۔

"اے خدا۔ آج کے اس مقدس دن ہم تیری بارگاہ میں مخلصانہ درخواست کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ تو نے علم دیا اور ہر قسم کے دماغ عطا فرمائے اور آزادانہ طور پر ان کے استعمال کرنے کا حق دیا لیکن ہم ایسے بدقسمت ہوئے ہیں کہ خود غرضی کرکے سارے ملک کا نقصان کر رہے ہیں۔"

مسٹر جناح آپ کی اپنی خود غرضیوں کا شکار ہونا نہیں چاہتے اور اسی لئے پاکستان کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ آپ پاکستان کے خلاف دعائیں مانگ کر اپنی خود غرضیوں کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ سچ

آرزوؤں سے بدل سکتی ہیں تقدیریں کہیں!

"حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک علماء کے ایسے طبقہ موجود ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مذہبی مسائل پر کسی مسلمان کو ان کے سامنے زبان کھولنے کا حق حاصل نہیں بلکہ وہ خفا ہوتے ہیں اگر کوئی غیر عالم مسلمان مذہبی مسائل پر اپنے تاثرات ظاہر کرنے کی جرات کرے۔ وہ اس جرات کو جدید تعلیم کے مذہب سے بیگانہ کرنے والے تاثرات سے منسوب کر دیتے ہیں۔ اور ان کے خیال میں یہ کہہ دینا اعتراضات کا بہت کافی رد ہوتا ہے کہ اعتراض کرنے والا بے دین یا مذہب کا احترام نہیں کرتا یا مغرب زدہ ہے۔ مذہب کو وہ اس طرح اپنی ذات سے منسوب کرتے ہیں کہ اصلاح کی ہر آواز بغاوت قرار دی جاتی ہے۔" (پیام)

جب مذہب اور معاشیات کے ڈانڈے ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں تو ہر اصلاح پسند کو مذہب کے یہ ٹھیکہ دار ملحد اور باغی کا خطاب دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا آزمودہ حربہ ہے جس کو آج کل سیاسی لیڈر اور حضرات بھی استعمال کر رہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے اقبال نے کہا تھا۔ سچ

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

"نہ زمین میں قوت پیداوار ہے اور نہ نوع انسان کی صحت ہی بہتر ہے اور اس ساری خرابی کی ذمہ داری مویشی کے انحطاط پر ہے۔" (رعیت)

ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ اس ساری خرابی کی ذمہ داری ہماری غیر ذمہ دار حکومت پر ہے۔ اور جب تک ذمہ دارانہ حکومت قائم نہ ہو جائے انسان تو کیا مویشی کا مفاد بھی محفوظ نہیں۔ اگر آپ کو اس رائے سے اتفاق نہیں تو خیر ہمیں بھی اصرار نہیں۔

اے، آر، پی کے سلسلہ میں بمقام حسن گنج ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں پنڈت کاشی ناتھ دویدی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

"ہم کو چاہیے کہ ہم اپنے پچھلے اختلافات کو قطعاً بھول جائیں اور مشترکہ طور پر ملک و ملت کی خدمت بجا لائیں۔"

ہمیں اس رائے سے بالکل اتفاق ہے مگر اس میں صرف اتنا اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ ملک و ملت کی خدمت کے طریقے سیکھنے کے لئے ہمیں وقتاً فوقتاً واردھا کا طواف کرنا چاہیے۔

ایک رکن لیگ نے اپنے صحافتی بیان میں ایک دوسرے معزز رکن لیگ کی نسبت فرمایا ہے کہ۔

صاحب موصوف جب سے لیگ میں آئے ہیں ان کی تقریروں اور عمل سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ذاتی اغراض کو ترجیح دینے کے زیادہ عادی ہیں۔ کبھی تو ان کو بے پناہ غصہ ناظم پر آ جاتا ہے اور کبھی وہ کرسی صدارت سے برہم ہو جاتے ہیں۔ کبھی اپنے ساتھیوں کو مرعوب کرنے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں اور کبھی پریس کو پروپیگنڈا کا آلہ کار بناتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جب آدمی لیڈر بننے کی تمنا میں ناکام رہتا ہے تو وہ لیڈروں کی نقالی شروع کر دیتا ہے اور پڑبونگ مچا کر سمجھتا ہے کہ "میں بھی کچھ ہوں" حالانکہ وہ خالی ڈھول کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اور جب ہنگامہ پروری سے کام نہیں چلتا تو مصالحت و مفاہمت کا راگ الاپتا ہے۔

فتنہ پرور زبان تھیں جن کی جبلت میں بری
اب وہی امن کے خواہاں نظر آتے ہیں مجھے

مسٹر نریندر، منتری آریہ سماج ایک صحافتی بیان میں لکھتے ہیں کہ ریاست میں اروڑی، راجپوت، کھتری، لوہے وغیرہ آباد ہیں جن کی مادری زبان ہندی ہے اس لئے ان کو ہندی میں اے، آر، پی کی تعلیم دی جائے۔

ہم یہ دریافت کرنا نہیں چاہتے کہ آیا اروڑی، راجپوت، کھتری اور لوہے وغیرہ واقعی اردو نہیں جانتے۔ اور نہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ریاست میں ایرانی، سرحدی پٹھان، بلوچی، بنگالی، مدراسی، گجراتی وغیرہ بھی رہتے ہیں اس لئے عربی، فارسی، پشتو، بنگالی، تامل، گجراتی وغیرہ میں اے، آر، پی کی تعلیم دی جائے۔ ہم صرف معمار "شدھی و سنگٹھن" کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

"جب حکومت ہر امکانی سہولت بہم پہنچا رہی ہے تو یہ ہمارا فرض ہے کہ اپنے اور ریاست کے مفاد کے لئے ان حفاظتی تدابیر میں حکومت کو مدد دیں۔ شہر میں جو لوگ بیکار ہیں ان کو شہر سے باہر اگر بھیج دیا جائے تو مناسب ہوگا۔" (مسٹر نرسنگ راؤ)

شہر میں جو لوگ بیکار نہیں ہیں اور معروف کار ہیں بس حکومت کو [illegible] کی فرصت نہیں۔ اور جو لوگ بیکار ہیں ان میں [illegible] بیکار [illegible] حکومت کو [illegible] بہرحال حکومت [illegible] سہولت ہم پہنچانا چاہتی ہے کہ وہ شہروں کی حفاظت چاہتی ہیں حکومت [illegible]

مسٹر راجگوپال اچاری کی قرارداد

روزنامہ "بمبئی کرانیکل" کی تائید

راجہ جی کی قرارداد کو رد کر دینا تو آسان تھا لیکن اس کے ذریعہ جس منزل تک پہنچنے کی کوشش کی گئی تھی خواہ وہ غلط طریقہ پر ہی ہو اس کو مل دریافت کرنا مشکل ہے۔ جب صدر کانگریس نے متبادل صورتیں پیش کیں تو یہ نکتہ ان کے پلے میں جاگزین تھا۔ ان کی اختتامی تقریر کا یہ حصہ مایوس کن صورت حال کی نمایاں خصوصیات کا حامل ہے۔ انھوں نے کانگریس کی طرف سے خود اپنی اور دوسرے لیڈروں کی اور مختلف کوششوں کا ذکر کیا جو لیگ تک پہنچنے کے لئے کی گئی تھیں۔ انھوں نے یہ اس لئے بیان کیا کہ یہ معلوم ہو کہ کانگریس نے کبھی اس معاملہ میں بے پروائی نہیں برتی۔ مولانا نے کہا کہ وہ اب بھی مسٹر جناح سے ملاقات طلب کر کے اس سے پاکستان کے متعلق گفتگو کرنے کی خواہش کرنے پر آمادہ ہیں تاکہ وہ لیگ کے پاکستان کے ساتھ اس کا کوئی معقول حل سمجھنا ہی صرف اس مسئلہ کا حل ہے بہت صحیح اور فوری ہم چاہتے ہیں کہ سب اپنی تجویز کا آئندہ کسی تاخیر کے بغیر دوبارہ عمل کرائیں۔ امید ہے کہ اس کے نتائج بڑے ممکن ہیں گے۔ اگر یہ کوشش کامیاب نہ بھی ہو تو اسے پورا کرایا جائے۔

کانگریس کی ذمہ داری

اگر اس میں کامیابی نہ بھی ہو تو اس کے باوجود کانگریس کی ذمہ داری ختم نہیں ہوتی۔ کانگریس یہ کہہ کر خاموش نہیں رہ سکتی کہ مسلم لیگ ضد ہی اور سمجھوتہ کرنے پر آمادہ نہیں ہے یا یہ کہ جیسا کہ جواہر لال نہرو نے کہا کہ وہ مسلم اکثریت کی نمائندگی نہیں کرتی۔ راجگوپال اچاری نے جو حق پیش کیا ہے وہ درست ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انھوں نے جواہر لال کی صحیح تشخیص کی ہے۔ مولانا نے اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی اکثریت کی نمائندہ نہیں ہے پورے وثوق کے ساتھ بظاہر کہا ہے کہ مسلم لیگ کے حامی مسلمین ہی جو اقرار [illegible] اور اس کا حل مشکل ہے۔ کانگریس نے دشواری کو دور کرنے کیلئے کیا ہے۔ راجگوپال اچاری نے پنڈت جواہر لال نہرو کو چیلنج دیا ہے کہ کوئی نتیجہ پیش کریں۔ انھوں نے کہا کہ یہ فرقہ وارانہ مسئلہ کا اگر وہ کوئی حل دریافت کر لیں گے تو وہ مسٹر راجگوپال اچاری اجازت ہی کہ کانگریس کے نئے گفت و شنید کا بھی چیلنج مسلم لیگ کا جواب کے ساتھ مسئلہ کرنا چاہئے۔ لیکن یہی بحث مرحلہ پر گفتگو ہے۔ پنڈت جواہر لال نہرو کو راجگوپال اچاری کا چیلنج دراصل کانگریس کے لئے ہے۔ صدر نے ٹھیک کہا ہے کہ اگر کانگریس میں ایک بھی مسلمان نہ ہوتا یا مسلمان نہ ہوتا تو پھر وہ اس بنا پر کہ ایک عرصہ سے اس نے قومی ادارے کی حیثیت سے قومی مفادات کے تحفظ کی کوشش کی ہے کوئی فرقہ وارانہ یا جزوی ادارہ نہیں کہلا سکتی۔ آج کانگریس کے سامنے یہ سوال درپیش ہے۔ آیا مسلم لیگ مسلمانوں کی اکثریت کی نمائندہ جماعت ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق [illegible]

کانگریس ہائی کمانڈ میں اختلاف

کیا پنڈت نہرو علٰحدہ ہو جائیں گے؟

لاہور ۱۰ مئی۔ باور کیا جاتا ہے کہ کانگریس ہائی کمانڈ میں بہت گہرا اختلاف رو نما ہے جس کا باعث پنڈت جواہر لال نہرو ہیں۔ کانگریس کی موجودہ "بے جان پالیسی" نے مسٹر نہرو کو بہت بیزار کر دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ہر قیمت پر اور ہر ذریعہ سے ہندوستان کی مداخلت کی جانی چاہئے۔ ہندوستان کے باہر ان کی کوشش ہو رہی ہے لیکن کانگریس کو اب ابوالکلام آزاد اور مسٹر گاندھی کے زیر اثر اور مسٹر پٹیل کی قیادت میں جو پنڈت جواہر لال نہرو سے متفق نہیں۔ مسٹر گاندھی نے پنڈت نہرو کو یہ بیان کیا کہ مشورہ دیا کہ وہ کانگریس سے علٰحدہ ہو جائیں اور اپنی مرضی اور اپنے طرز عمل کے مطابق قومی رضاکاروں کا ایک ادارہ بنائیں۔ پنڈت نہرو کریں اور روس سے غایت درجہ ہمدردی ہے جب سے کہ جرمنی نے روس پر حملہ کیا ہے ان کی بے چینی بڑھ گئی ہے اور موجودہ جنگ سے کانگریس کی بے اعتنائی کی روش سے قطعاً غیر مطمئن ہیں۔ ان کے ساتھ ہی وہ خود بھی اتنی قوت بھی رکھتے ہیں کہ کانگریسی روش سے بغاوت کر دیں۔ قوت اور حق کے درمیان تصادم ہو رہا ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب ہونا چاہئے تھا۔ مگر اب اسباب کچھ ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ پنڈت نہرو کانگریس سے علٰحدگی پر بھی سوچ رہے ہیں۔ اور ان سے علاوہ اشتراکی بھی ہیں جو تحریک عوام کی مخالفت کر رہے ہیں۔ آئندہ چند ہفتوں میں ان کی تائید میں فیصلہ ممکن ہے ہو جائے۔

ایک سربرآوردہ اشتمالی کانگریسی نے بیان کیا کہ قریب ہی وقت میں اس امر کا فیصلہ ہو جائیگا کہ پنڈت نہرو میں اپنے ضمیر کی آواز پر عمل کرنے کی کس حد تک قوت ہے۔

یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ پنڈت جی حکومت برطانیہ سے مفاہمت کرنے کیلئے ایک اور کوشش کریں گے۔ اگر وہ حکومت کو اس بات کا یقین دلا سکے اور قومی حکومت کا قیام [illegible] کیا جا سکا تو [illegible] ہندوستان کا دفاع ضروری ہو جائیگا۔

سے نہیں کہ مسلمانوں کی اکثریت آزاد ہندوستان میں اپنے مستقبل سے متعلق مشروط ہے اور کانگریس پر لازم ہے اور وہ چونکہ مسلمانوں اور ہندوستانی قوم کے دوسرے حصوں کی بہتری پر نمائندہ ہے اس لئے ایک قومی ادارہ کی حیثیت سے کام کرے اور پاکستان کا کوئی ٹھوس اور متبادل صورت نکالے جو مسلمانوں کے شبہات اور خطرات کا ازالہ کر دے یہ صورت ایسی ہو کہ مسلمانوں کے لئے قابل قبول بھی ہو یا وہ مسٹر راجگوپال اچاری کے چیلنج کو قبول کر لیا جائے اور فرقہ وارانہ مسئلہ کا کوئی حل دریافت کیا جائے۔ مسلم لیگ کو باہمی سے مفاہمت کرنے کا بہترین طریقہ ہے [illegible] مسلمانوں کی اس بحث [illegible] [illegible]

ایران کے تیل کے چشمے

ہندوستانی فوجوں کے زیر حفاظت ایران کے زبردست تیل کے چشموں اور صاف کرنے والے کارخانوں میں تیار ہیں کو ہندوستانی فراہم کرنے کے سلسلے میں غیر معمولی ترقیات سے زیادہ کام ہو رہا ہے۔ انگریزوں کی ایک تقریباً ایک ہزار آدمی جو ہزاروں سے زیادہ ایرانی ملازمین اور ایک ہزار ہندوستانیوں کی مدد سے کام کر رہے ہیں۔ جزائر شرق الہند کے تیل کے وسائل ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے ایران کے تیل کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ اور چونکہ اینگلو پرشین آئل کمپنی کے بہت سے انگریز لوگ بھی بھرتی ہو کر کے پے چین ہو رہے ہیں۔ ایک "آبادان کونسل" میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ دوران جنگ میں ہر ایک شخص کو تیل کا کام کرنا ہے۔ اولین فرائض میں پیدا کرنا ہے۔

جزیرہ آبادان میں جو خلیج فارس پر واقع ہے انگریزی طرف سے وادی کی شکل میں ایک پائپ لائن ہے جو ان تیلوں کے چشموں سے تیل پہنچانے کے لئے آتی ہے۔ جو مسجد سلیمان (جس کا انگریزی نام ہی سید سلیمان کے نام سے آیا ہے) اور ہفت خیل میں شمال کی طرف تقریباً ۱۳۰ میل پر کوہستان زاگروس کے دامن میں واقع ہیں۔ اس زبردست تیل صاف کرنے والے کارخانے کو مجموعی طور پر گیس پیدا ہو جاتی ہے۔ جو بیرون امریکہ کا سب سے بڑا کارخانہ ہے۔ یہاں دن رات مسلسل کام ہوتا رہتا ہے۔ ایران کے خلاف سہ روزہ برق رفتار حملے کے دوران میں بھی کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔

جس صبح کو برطانوی فوجیں داخل ہوئیں۔ اور یہاں سے چند گزوں کے فاصلہ پر برطانوی اور ایرانی فوجوں میں جنگ جاری تھی۔ اس دن بھی تمام ایرانی ملازمین ٹھیک وقت پر پہنچ گئے۔ اس سے ان اچھے تعلقات کا صاف اظہار ہوتا ہے جو کمپنی اور اس کے عملہ کے درمیان پائے جاتے ہیں۔

انتہائی تن دہی سے کام کرنے کے ۱۰ ہفتوں اینگلو پرشین کمپنی کے ملازمین کی تنخواہوں میں بھی فیاضی سے چندہ دے رہے ہیں۔ آبادان اور دارچین کے بارہ ہزار پونڈ برطانوی فوجوں کے لئے دیئے ہیں جو عراق اور ایران میں مقیم ہیں۔ ہندوستانی ملازمین میں برطانوی ہندوستانی اور ایرانی شامل ہیں ۱۰ ہزار پونڈ خود اپنا اسپٹ فائر فنڈ میں دیئے ہیں۔ یہ اسپٹ فائر فنڈ کا نام ایک برطانوی تیل کے جہاز پر رکھا جائے گا۔

اس کے علاوہ ایرانی عملہ نے ایک لاکھ ۱۰ ہزار پونڈ جنگی بچت میں دیئے ہیں۔ علاوہ ازیں ان ہندوستانی سپاہیوں کے لئے جو ایران کی دستی تیل کی برف باری میں بڑے ہیں گرم جسم وغیرہ بننے میں مشغول ہیں۔ اور عورتوں کے جو بڑا کام کرنے والے ہاتھوں کے لئے جو کارخانوں میں کام کر رہی ہیں۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ آبادان اور اس کے چشمے جنگ کو کامیاب کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔

(مرکزی اطلاعات)

پبلک کارکنوں کے مشاغل

مسٹر نانا داؤ صدر کرناٹک کانفرنس اس ہفتہ میں ضلع رائچور کا تفصیلی دورہ کریں گے۔

کرناٹک کانفرنس کی مجلس عاملہ نے جو مسٹر جنارد ہن راؤ دیسائی کے مکان پر منعقد ہوئی تھی یہ طے کیا کہ آئینی مشاورتی کمیٹیوں میں بالواسطہ یا بلا واسطہ شرکت سے احتراز کیا جائے ضلع کانفرنسوں سے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا۔

ہندو دیویم سیوک سنگھ کا ایک جلسہ بصدارت پنڈت گوپال راؤ ایڈوکیٹ یکم تیر کو منعقد ہوا جس میں مسٹر جنگلکر اور مسٹر وائی۔ ڈی جوشی کی تقریریں ہوئیں۔

سوامی رامانند تیرتھ نے آندھرا کانفرنس، مہاراشٹرا کانفرنس اور کرناٹک کانفرنس کے کارکنوں کو آئینی مشاورتی کمیٹیوں اور ضلع کانفرنسوں کی نسبت تبادلہ خیالات کرنے کے لئے مدعو کیا ہے۔

مسٹر نرینددر معتمد آریہ سماج حیدرآباد اضلاع ممالک محروسہ کا وسیع دورہ کرنے کے بعد ۱ر مئی کو بلدہ واپس آئے۔

ہندو مہا سبھا منڈل کو یوم مخالف پاکستان منانے کی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے ۲ر مئی کو بمقام مندر ہنومان گولی گوڑہ ایک دعائیہ جلسہ منعقد کیا گیا جس میں تقریباً ایک سو ہندو اصحاب شریک تھے۔ مسٹر پاٹل کی دعا کے بعد بندے ماترم پر جلسہ ختم ہوا۔

مسٹر موہن لال وزیر معتمد ہندو دیک سبھا اطلاع دیتے ہیں کہ سبھا کی جانب سے عنقریب یوم کیشو راؤ منایا جانے والا ہے۔

آریہ پرتی ندھی سبھا کی مجلس عاملہ کا جلسہ یکم جون کو بمقام بلدہ سبھا کے دفتر میں زیر صدارت پنڈت ونائک راؤ بیرسٹر منعقد ہوگا۔

آریہ سماج نظام آباد کا سالانہ جلسہ ۲۹ مئی سے شروع ہوگا جس میں پنڈت ونائک راؤ، مسٹر نرینددر، پنڈت بنسی لال بی بیا میں وغیرہ شرکت کریں گے۔

مسٹر نرینددر اپنے ایک صحافتی بیان میں کہتے ہیں کہ چونکہ ریاست میں مارواڑی، راجپوت، کھتری، لودھے وغیرہ کئی ایسی اقوام کے افراد آباد ہیں جن کی مادری زبان ہندی ہے اس لئے آر۔ پی کی تعلیم کا انتظام ہندی میں کیا جائے۔

مسٹر نارائن ریڈی صدر آندھرا کانفرنس ایک بیان میں کہتے ہیں کہ یوم پاکستان میں آندھرا کانفرنس کی شرکت کی توضیح خلاف واقعہ ہے۔ "میں پاکستان کے عام تصور کا قائل نہیں لیکن اگر پاکستان کا مفہوم تہذیبی بنیادوں پر علاقہ داری وحدتوں کو خود اختیاریت اور علحدگی کا حق دینا ہے تو مجھے اس نقطۂ نظر سے کامل اتفاق ہے۔"

آریہ سماج بنگلور کا سالانہ جلسہ ۲ر تا ۴ر مئی شاندار پیمانہ پر منایا گیا جس میں پنڈت ونائک راؤ، پنڈت بنسی لال اور مسٹر نرینددر شریک تھے۔ بنگلور سے پنڈت ونائک راؤ وغیرہ پہلے گوڈن گڑا رام آریہ سماج کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔

اس سال دہرا درم (ورنگل) میں آندھرا کانفرنس کے ساتھ ساتھ پہلی آندھرا ادبی کانفرنس بھی منعقد ہوگی۔

۲۸ر تیر کو حیدرآباد مرہٹواڑہ اسٹیٹ تعلیمی کانفرنس کا جلسہ مسٹر لکشمن راؤ چوہان وکیل ہائیکورٹ کی صدارت میں بمقام بنگلور ضلع پربھنی منعقد ہوگا۔

بتاریخ ۱۲ر خورداد انجمن اتحاد المسلمین شورا پور کے سالانہ انتخابات عمل میں آئے۔

بتاریخ ۹ر تیر مجلس اتحاد المسلمین کا اجلاس شوریٰ منعقد ہوگا جس میں ضلع کانفرنسوں اور آئینی مشاورتی کمیٹیوں کی نسبت غور کیا جائے گا۔

مجلس اتحاد المسلمین ضلع عثمان آباد کا سالانہ جلسہ ۱۰ر تیر کو زیر صدارت مولوی ابو الحسن سید علی صاحب ایڈوکیٹ منعقد ہوگا۔ جلسہ کا افتتاح نواب بہادر یار جنگ بہادر فرمائیں گے۔

معتمد صاحب مجلس اتحاد المسلمین نے اے۔ آر۔ پی کے لئے رضا کار فراہم کرنے کی غرض سے دوم اندرون حلقہ (۵) کا دورہ کیا۔

اعلان

(۱) ہندوستانی ریاستوں کی فوجوں کے "سپاہیوں اور "افسروں" والے یونٹوں میں ملازمتوں کے لئے "ایمرجنسی کمیشنوں" کے امیدواروں کی ضرورت ہے

(۲) حسب ذیل شرائط کے تحت امیدواروں کا انتخاب عمل میں آسکے گا:-

(الف) انتخابی مجلس نے جو حسب ذیل ارکین پر مشتمل ہوگی انہیں منتخب کیا ہو۔
آنریبل ریذیڈنٹ بہادر ایک سیاسی عہدہ دار
میشر فوج (دائرہ جنوبی ہند)
مدار المہام بہادر حکومت سرکار عالی
سپہ سالار افواج باقاعدہ حکومت۔

(ب) سیول انجینیری میں بی۔ ایس۔ سی یا اس کے مماثل سند رکھتے ہوں اور اس قسم کے کاموں کا عملی تجربہ بھی رکھتے ہوں
یا

(ج) اکیڈٹ کی حیثیت سے مندرجہ ذیل نصابوں کی تعلیم پانے کی کافی استعداد و اہلیت رکھتے ہوں۔
۱۔ کسی انجینیر آفیسر کیڈٹ ٹریننگ یونٹ میں میدانی انجینیری کے پانچ ماہ کے نصاب کی تعلیم پاسکیں۔
۲۔ میکلیگن کالج لاہور میں اعلیٰ نظری انجینیری کے نصاب کی تکمیل کرسکیں۔

نوٹ:- اس فقرے کے تحت وہی امید وار کافی طور پر اہل سمجھے جائیں گے جو۔
۳۔ انگریزی سے اچھی واقفیت رکھتے ہوں۔
۴۔ جماعت انٹرمیڈیٹ تک تعلیم پاچکے ہوں اور ان کے اختیاری مضامین میں سے ایک مضمون ریاضی رہ چکا ہو۔

(د) مندرجہ بالا فقرہ (ج) کے تحت جن امیدواروں کا انتخاب عمل میں آئے گا انہیں کسی انجینیر آفیسر ٹریننگ یونٹ اور میکلیگن کالج لاہور میں مفت تعلیم دی جائے گی
۲۔ ایسے امیدواروں کے لئے جو ذیلی پیراگراف (۲) (ج) کے تحت منتخب کئے جائیں گے تعلیم کے دوران میں تنخواہوں کی شرح حسب ذیل رہے گی۔
کیڈٹ .... (۲۵۰) روپیہ ماہوار
آفیسر .... (۳۰۰) "

۴۔ ایسے حضرات جو اس قسم کے کمیشن کے لئے درخواست دینا چاہتے ہوں انہیں چاہیے کہ سوائے تعطیلات کے کسی دن بھی دس بجے سے ایک بجے تک ہیڈ کوارٹرز افواج باقاعدہ سرکار عالی واقع فتح میدان میں بہ ذات خود درخواست پیش کریں جہاں انہیں مزید ہدایات دی جائیں گی۔

اضلاع میں اصلاحی سرگرمیاں

جنگ اور ریاست کے مالی وسائل پر جنگ کے عائد کردہ بار کے باوجود حکومت سرکار عالی نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ اس کی تعمیری سرگرمیاں بعض ایسی رکاوٹوں سے متاثر نہ ہونے پائیں جو کسی نہ کسی طرح رفع کی جا سکتی ہیں۔ رعایا کو ضروری آسائش اور سہولتیں فراہم کرنے کے سلسلہ میں خاص توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ مثلاً پینے کے لئے مستقل پانی، برقی روشنی، طبی امداد اور صحت عامہ کی ضروریات، نیز نالیوں کی صفائی اور ڈرینج وغیرہ کا مستقل انتظام کیا جائے۔ خاص کر اضلاع میں ان کی سخت ضرورت ہے۔ ہر مہینہ بعض نئی اسکیموں کی اطلاع ملتی ہے جن کے تحت کئی لاکھ کے مصارف منظور کئے جاتے ہیں۔ ان میں بہترین اسکیم قصبہ پیٹھن میں پانی کی فراہمی اور برقی روشنی کے انتظام سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ قصبہ ضلع اورنگ آباد میں ہم نام تعلقہ کا مستقر ہے۔ اور ایک اسکیم قصبہ محبوب نگر میں پانی مہیا کرنے کے لئے مرتب کی گئی ہے۔ ان دونوں اسکیموں کے مجموعی مصارف (۵۹۰،۰۰۰) روپیہ ہوں گے۔

اورنگ آباد

پیٹھن دریائے گوداوری کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ اس مقام پر دریا میں گرد و نواح کے تقریباً (۲۰۰) مربع میل رقبہ زمین کا پانی بہہ کر آتا ہے۔ یہ دریا تمام سال جاری رہتا ہے۔ مجوزہ اسکیم یہ ہے کہ دریا کی تہ میں تقطیری گیلری بنا کر زیر زمین پانی حاصل کیا جائے۔ اس گیلری سے پانی کو ایک پمپ والی باؤلی میں پہنچایا جائے گا جو چند سو فٹ دور تعمیر کی جائے گی۔ اس باؤلی سے برقی پمپ کے ذریعہ پانی خزانہ آب میں منتقل ہوگا جو قصبہ کے بلند ترین حصہ میں تعمیر ہوگا۔ جہاں کلورین سے پانی کو صاف کرنے کے بعد پائپ کے جال کے ذریعہ تمام قصبہ میں پانی تقسیم ہوگا۔

اس اسکیم کے مطابق زیادہ سے زیادہ دس ہزار کی آبادی کے لئے عام طور پر فی شخص دس گیلن فی روز کے حساب سے پانی فراہم ہو سکے گا۔ جاترا کے زمانہ میں جس کے لئے پیٹھن مشہور ہے، پچاس ہزار لوگوں کو فی شخص فی روز چار گیلن کے حساب سے پانی فراہم ہو سکے گا۔ پیٹھن کی موجودہ آبادی (۴۹۲۳) نفوس ہے۔

برقی روشنی کے اسکیم کے تحت قصبہ کے مرکز میں ایک پاور ہاؤس تعمیر ہوگا۔ پانی کے پمپ چلانے کے علاوہ یہ برقی روشنی کے عام انتظام اور قصبہ کی زیریں آبادی میں روشنی کا مستقل انتظام رکھنے کے لئے پمپ والی باؤلی کے قریب برقی قوت کی فراہمی کا خاص خیال رکھا جائے گا۔ قصبہ میں برقی روشنی کا بار اس سے راست متعلق رہے گا۔ قصبہ کی تمام اہم سڑکوں پر روشنی کر دی جائے گی اور خانگی اغراض کے لئے بھی برقی قوت فراہم کی جائے گی۔

ان دونوں اسکیموں کے مصارف (۳۱۰،۰۰۰) روپے ہوں گے۔

محبوب نگر

محبوب نگر میں پانی فراہم کرنے کی اسکیم کا کام شروع ہو چکا ہے۔ اس کے اخراجات تخمیناً (۲۸۰،۰۰۰) روپے ہوں گے۔ پانی ایک کافی گہری وادی سے حاصل کیا جائیگا جو قصبہ سے ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ لیکن معلوم ہوا ہے کہ اگر بارش معمولی ہو تو اس وادی کا پانی کفایت نہیں کرے گا۔ اس لئے تجویز ہے کہ اس وادی میں موجود تالاب پیلی کونٹہ اور تحت چیرو واقع ہیں ان کا پانی ایک جا کیا جائے۔ اس طرح فراہمی آب کا کافی اور مستقل انتظام ہو جائیگا۔ تحت چیرو میں موجودہ چادر کے علاوہ کم سطح پر اور ایک چادر بنائی جائے گی تاکہ اس کا پانی کونٹہ میں منتقل ہو جائے۔ مگر ساتھ ہی مٹی بھی اس تالاب میں داخل نہ ہو کیونکہ یہ کونٹہ بہت چھوٹا ہے اس کی گنجائش نہیں کہ مزید پانی کے علاوہ مٹی وغیرہ بھی سما سکے اور اس مٹی کو خارج کرنے کا کوئی انتظام ہے۔ اس تالاب کی گہرائی بھی کی جا رہی ہے۔ تقطیر کے بعد تالاب کا پانی دو ذخائر میں منتقل کیا جائے گا۔ جن میں سے ایک تو پہلے ہی سے موجود ہے اور (۳۰،۰۰۰) گیلن کی گنجائش رکھتا ہے دوسرے کی گنجائش (۱۶۳،۰۰۰) گیلن ہوگی۔ یہ خزانہ آب تعمیر ہو رہا ہے۔ اس اسکیم سے دو ہزار کی آبادی کو فی روز فی شخص دس گیلن کے حساب سے مہیا کیا جائے گا۔

پربھنی

قصبہ سیلو جو ضلع پربھنی کے پاتھری تعلقہ میں واقع ہے۔ حالانکہ خود سرکار عالی میں روئی کے ایک اہم مارکٹ کی حیثیت سے روز بروز ترقی کرتا جا رہا ہے چنانچہ اس کی تجارتی ترقی کو پیش نظر رکھتے ہوئے حال ہی میں اس تعلقہ کا مستقر یہاں منتقل کیا گیا ہے۔ اور آبادی کو ترقی دینے کی متعدد کارروائیاں کی گئی ہیں جن سے فراہمی آب اور ڈرینج کا انتظام بہتر ہو گیا ہے۔ سڑکیں پہلے سے زیادہ وسیع اور صاف کر دی گئی ہیں اور تعلیمی سہولتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اس قصبہ کو بہت ترقی دینے کی تدبیر سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں فی الوقت آبادی (۱۰۲) ایکڑ رقبہ پر پھیلی ہوئی ہے جس میں سے (۱۰۵) ایکڑ زمین خانگی ملک ہیں متعلقہ حکام آبادی کی توسیع کے امکان کے پیش نظر سے چند قطعات اراضی خریدنے کی کارروائی کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں سیلو سے جینتور جانے والی سڑک سے جو جدید سڑک نکالی گئی ہے اس کے باعث مزید سو ایکڑ رقبہ زمین پر مکانات تعمیر ہو سکیں گے۔ امید ہے زمین کے ایک حصہ پر محکمہ امارات بھی اپنے عملہ کے لئے رہائشی مکانات تعمیر کرنے والا ہے اس کے ساتھ ہی پانی اور ڈرینج کے انتظام میں اصلاح ہوئی ہے۔ سطح زمین کے نیچے کافی مقدار میں پانی ہونے کے باعث کثرت سے باؤلیاں تعمیر ہو سکتی ہیں چنانچہ تقریباً ہر مکان میں ایک باؤلی موجود ہے کئی محلوں میں (۵،۰۰۰) روپیہ کی لاگت سے پختہ سربند باؤلیاں کھدوائی گئی ہیں۔ وزیر بلدیہ نے مزید (۳۵،۰۰۰) روپیہ کی رقم قصبہ کی مجلس صفائی کے حوالہ کی ہے کہ بقیہ محلوں میں بھی اسی قسم کی باؤلیاں تعمیر کی جائیں۔

مذکورہ بالا دونوں انتظامات کے باعث قصبہ کی عام صحت بہتر ہو گئی ہے۔ ٹی بی اور جلدی شکایت اور ملیریا میں بہت کمی واقع ہو گئی ہے۔

اس قصبہ میں دو جدید وضع کے سلاٹر ہاؤس بھی تعمیر کئے گئے ہیں۔ جن میں پختہ باؤلیاں بھی ہیں تاکہ روزانہ انہیں دھویا جا سکے۔ قصبہ کے مرکزی حصہ میں قصابوں کے لئے چبوترے بنا دئے گئے ہیں۔

سیلو میں حال ہی میں تمام سڑکوں پر ڈرینج کی پائپ کی تنصیب کی گئی ہیں اور مختلف محلوں میں مردوں اور عورتوں کے لئے علحدہ علحدہ بیت الخلا بنائے گئے ہیں۔ چونکہ اس قصبہ میں کئی گرنیاں موجود ہیں اس لئے خانگی فرد آسانی سے برقی قوت حاصل کر سکتے ہیں۔ چنانچہ تقریباً ایک تہائی مکانات میں بجلی کی روشنی موجود ہے۔

ان اصلاحی کارروائیوں سے کافی فائدہ پہنچا۔ چنانچہ مجلس صفائی کی سالانہ آمدنی جو ۱۳۴۳ف میں (۱۰۰۰) تھی اب (۱۱،۰۰۰) ہو گئی ہے۔ اسی طرح محصول چنگی اور مارکٹ فیس سے پہلے (۱۲،۰۰۰) روپے وصول ہوتے تھے اب اس کی دوگنی رقم وصول ہوئی ہے۔ یہ اضافہ آمدنی رفاہ عام کے کاموں پر صرف کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مجلس صفائی نے سڑکوں کی ترمیم اور نکاسی آب کے لئے حال ہی میں (۲۰،۰۰۰) روپے منظور کئے ہیں۔

تعلیم کے سلسلہ میں بھی کچھ کم کوششیں نہیں ہوئی ہیں۔ پبلک اسپرٹ رکھنے والے بعض مقامی حضرات کے عطیوں اور مجلس صفائی کی امدادی رقم کی بدولت قصبہ میں دو مدرسے موجود ہیں۔ ایک تحتانی مدرسہ ہے جہاں مفت تعلیم دی جاتی ہے۔ اور دوسرا فوقانی مدرسہ۔ اس قصبہ میں ایک دواخانہ بھی ہے جس کے مصارف کی پابجائی مجلس صفائی، مارکٹ کمیٹی اور عوام کی جانب سے کی جاتی ہے۔ اس دواخانہ میں دائیوں کی زچگی کے جدید اصول کی تربیت دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔

فقہ اسلام میں اجتہاد

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۴)

کی خصوصیات کے لحاظ سے احکام میں تغیر کیا جاسکتا ہے، مگر تغیر ایسا ہونا چاہئے جس سے شارع کا اصل مقصد پورا ہو کر اس کی روح فوت نہ ہو جائے۔ بسا اوقات بعض احکام ایسے ہیں جو خاص حالات کی رعایت سے خاص الفاظ میں دے گئے تھے۔ اب فقیہ کا کام یہ نہیں ہے کہ تغیر احوال کے باوجود انہی الفاظ کی پابندی کرے، بلکہ اس کو ان الفاظ سے شارع کے اصل مقصد کو سمجھنا چاہئے۔ اور اسی مقصد کو پورا کرنے کے لئے حالات کے لحاظ سے مناسب احکام وضع کرنے چاہئیں۔ مثلاً حضور صلعم نے صدقہ فطر میں ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو یا ایک صاع کشمش دینے کا حکم فرمایا تھا۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ اس وقت مدینہ میں جو مال ملتا تھا اور [illegible] جن کا حضور نے ذکر فرمایا وہی ہمیشہ صدقہ میں دی جائیں۔ شارع کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ عید کے روز ہر مستطیع شخص اتنا صدقہ دے کہ ایک غریب [illegible] اس روز پیٹ بھر کر [illegible] خوشی کے ساتھ گذار سکے۔ اس مقصد کو کسی دوسری صورت سے بھی پورا کیا جاسکتا ہے جو شارع کی تجویز کردہ صورت سے اقرب ہو۔

تیسری شرط

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ شارع کے اصول تشریع اور طرز قانون سازی کو خوب سمجھ لیا جائے تاکہ موقع و محل کے لحاظ سے احکام وضع کرنے میں انہی اصولوں کی پیروی اور اسی طرز کی تقلید کی جاسکے۔ یہ چیز اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ انسان گہری نظر سے شریعت کی ساخت اور جزء جزء اس کے احکام کی خصوصیات پر غور نہ کرے۔ شارع نے کس طرح احکام میں اعتدال و توازن قائم کیا ہے۔ کس کس طرح اس نے انسانی فطرت کی رعایت کی ہے۔ رفع مفاسد اور جلب مصالح کے لئے اس نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ کس ڈھنگ سے وہ انسانی معاملات کی تنظیم اور ان میں انضباط پیدا کرتی ہے۔ کس طریقے سے وہ انسان کو اپنے بلند مقاصد کی طرف لے جاتی ہے اور پھر ساتھ ساتھ اس کی فطری کمزوریوں کو ملحوظ رکھ کر اس کے لئے عمل میں مناسب سہولتیں بھی پیدا کرتی ہے۔ یہ سب امور غور [illegible] ہیں۔ ان کے لئے قرآن کی عملی تفسیر یعنی [illegible] اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اقوال کی حکمتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔ جو شخص اس علم و تفقہ سے بہرہ ور ہو وہ موقع و محل کے لحاظ سے احکام میں جزوی تغیر و تبدل بھی کر سکتا ہے اور جن معاملات کے حق میں نصوص قرآنی موجود نہیں ہیں ان کے لئے قوانین بھی وضع کر سکتا ہے۔ لیکن ایسا شخص قانون سازی میں جرأت کرے گا وہ اسلام کے اصل منشا سے منحرف ہو جائے گا۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں صرف [illegible] کتاب سے [illegible] [illegible] اجتہاد سے کام [illegible] [illegible] بہت سے [illegible] کر دیا۔ [illegible] خلفائے راشدین کے عہد میں جب ممالک فتح ہوئے اور غیر قوموں کے ساتھ کثرت سے معاملات پیش آئے جن کے متعلق کتاب و سنت میں [illegible] احکام موجود نہ تھے صحابہ کرام نے ان کے لئے خود ہی قوانین وضع کئے اور وہ اسلامی شریعت کی اسپرٹ سے پوری مطابقت رکھتے تھے۔

چوتھی شرط

احوال و حوادث کے جو تغیرات احکام میں تغیر یا جدید قانون سازی کے مقتضی ہوں ان کو دو حیثیتوں سے جانچنا ضروری ہے۔ ایک حیثیت یہ کہ وہ حالات جن قسم کے ہیں اور ان کی خصوصیات کیا ہیں، اور ان کے اندر کون سی قوتیں کام کر رہی ہیں۔ دوسری حیثیت یہ کہ اسلامی قانون

کے نقطہ نظر سے ان کا کیا [illegible] ہے؟ تغیرات [illegible] اور [illegible] کس طرح کا تجزیہ چاہتا ہے۔

مثلاً معاملہ ربوٰ (سود) کے مسئلہ کو لیجئے جو اس وقت [illegible] معاشی قوانین کی تدوین [illegible] سب سے پہلے زمانہ حال کی معاشی دنیا کا جائزہ لینا ہوگا۔ اور گہری نظر سے معاشیات، مالیات اور لین دین کے جدید طریقوں کا مطالعہ کرنا ہوگا۔ معاشی زندگی کے باطن میں جو قوتیں کام کر رہی ہیں ان کو سمجھنا ہوگا، ان کے نظریات اور اصول سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی، اور ان اصول و نظریات کا ظہور جن عملی صورتوں میں ہو رہا ہے ان پر تحقیقی نظر ڈالنی ہوگی۔ اس کے بعد یہ دیکھنا ہوگا کہ زمانہ سابق کی نسبت ان معاملات میں جو تغیر ہوا ہے وہ اسلامی قانون کے نقطہ نظر سے کس نوعیت کا تغیر [illegible] جاسکتا ہے اور [illegible] شریعت کے مزاج اور روح کے مطابق ان کے لئے کس قسم کی تشریع کی ضرورت ہے۔ کس طرح کے احکام جاری ہونے چاہئیں۔ جزئیات سے قطع نظر کر کے اصولاً ان تغیرات کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

(۱) وہ تغیرات جو حقیقت میں تمدنی احوال کے بدل جانے سے رونما ہوئے ہیں۔ [illegible] انسان کی علمی ترقی [illegible] اور [illegible] کے جدید اکتشافات اور مادی اسباب و وسائل کی ترقی اور نقل و حمل اور مخابرات کے [illegible] ذرائع [illegible] پیدا ہوئی ہیں۔ ایسے تغیرات اسلامی قانون کے نقطہ نظر سے حقیقی تغیرات ہیں۔ [illegible] بلکہ ضروری ہے کہ ان کی وجہ سے معاشی احوال اور مالی معاملات اور تجارتی لین دین کی جو نئی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں ان کے لئے اسلامی شریعت کے اصول پر احکام وضع کئے جائیں [illegible]

(۲) وہ تغیرات جو اصل تمدنی ترقی کے نتائج نہیں ہیں بلکہ [illegible] نظام اور مالی معاملات پر ظالم سرمایہ داروں کے حاوی ہو جانے کی وجہ سے رونما ہوئے ہیں۔ یہی ظالمانہ سرمایہ داری جو عہد جاہلیت میں پائی جاتی تھی اور جس کو اسلام نے صدیوں تک [illegible] رکھا تھا، اب دوبارہ معاشی دنیا پر غالب آگئی ہے اور تمدن کے ترقی یافتہ اسباب و وسائل سے کام لے کر اس نے اپنی پرانی قوت کو نئی صورتوں سے معاشی زندگی کے [illegible] میں پھیلا دیا ہے۔ سرمایہ داری کے اس غلبہ سے جو تغیرات واقع ہوئے ہیں وہ اسلامی قانون کی نگاہ میں حقیقی اور جائز تغیرات نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تغیرات ایسے ہیں جن کو قوت سے مٹایا جاسکتا ہے اور جن کو مٹانا [illegible] انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے۔ [illegible] قانون کا کام یہ ہے کہ اپنی پوری قوت ان کے مٹانے میں صرف کرے اور معاشی نظام کو اسلامی اصول پر قائم کرنے کی کوشش کرے۔ سرمایہ داری کے خلاف جنگ [illegible] ہے، کیونکہ سرمایہ داری کے لئے محض روپیہ کا سوال ہے اور مسلمان کے سامنے دین و اخلاق کا سوال ہے۔ [illegible] جنگ [illegible] سرمایہ داری کا نظام [illegible] اس کی [illegible] جنگ میں [illegible] نقصان [illegible] زندگی [illegible] قانون [illegible] حصہ لینے [illegible] بلکہ اس کی [illegible] اور تمام [illegible] خرچ سے بچا جاسکے۔

تخفیفات کے عام اصول

اسلامی قانون میں حالات اور ضروریات کے لحاظ سے احکام میں تخفیف [illegible]

کر [illegible] کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے [illegible] اور یہی [illegible] قرآن مجید اور احادیث [illegible] شریعت کا اصل مقصد [illegible]

(۱) اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

تمہارے ساتھ اللہ نرمی کا ارادہ رکھتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا (البقرہ [illegible])

(۲) اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی ہے (الحج [illegible])

(۳) اللہ تم سے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(۴) اسلام میں ضرر اور ضرار نہیں ہے۔

یہ قاعدہ اسلام میں [illegible] کہ جہاں مشقت اور حرج ہو وہاں احکام [illegible] لیکن [illegible] احکام اور [illegible] رخصت [illegible] چند اصول اور قواعد ہیں جن پر شریعت کی تخفیفات پر غور کرنے سے آسانی سمجھ آ سکتے ہیں۔

اول یہ دیکھنا چاہئے کہ مشقت کس درجہ کی ہے [illegible] [illegible] کوئی قانون [illegible] تخفیف [illegible] حقیقت [illegible] تخفیف [illegible] مشقت [illegible] حالات [illegible] جب [illegible] قسم [illegible] شخص [illegible] تخفیفات [illegible] ہے۔

ثانیاً تخفیف [illegible] جو شخص [illegible] [illegible] کیا وہ [illegible] جو احکام [illegible] ضروری [illegible] جو کام [illegible] ضرورت [illegible] مطلوب ہے۔

ثالثاً [illegible] [illegible] نفسہ [illegible] [illegible] تجاوز [illegible] [illegible] اختیار کیا جائے۔

رابعاً [illegible] شریعت کی نگاہ [illegible] حیثیت [illegible] زیادہ [illegible] [illegible] نہیں [illegible] تخفیف [illegible] استعمال میں نہیں لائے جا سکتے۔

خامساً مشقت اور [illegible] تخفیف [illegible] [illegible] جائز نہیں [illegible] یہ چند اہم اصول ہیں جن کو اجتہاد [illegible] ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

جنگ اور کانگریس کی روش

بسلسلہ صفحہ اول

اس خصوص میں پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنے ہم وطنوں سے پرجوش اپیل کی۔ پنڈت نہرو عوام سے کہہ رہے تھے کہ جہاں وہ دشمنوں کی تیاری شروع کر لیں اس کے بعد یکم ستمبر ۱۹۴۰ء کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی قرارداد اچانک منظور کی گئی جس میں باشندگان ہند سے خواہش کی گئی ہے کہ وہ بے تشدد عدم تعاون کے ذریعہ دشمن کا مقابلہ کریں یہ بات واضح نہیں ہے کہ آیا کانگریس یہ چاہتی ہے یا نہیں کہ باشندگان ہند ساری جنگ میں مدد دینے کے لئے فوجوں میں بھرتی ہوں اور سامان جنگ تیار کریں۔ اگر اس کا منشا یہ ہے کہ عوام ساری جنگ میں کسی طرح حصہ نہ لیں بجز اس کے کہ بے تشدد طریقے سے دشمن کے ساتھ عدم تعاون کیا جائے تو پھر یہ معاملہ بہت نازک ہو جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کانگریس ہندوستان کی مدافعت کے معاملہ میں بھی حکومت برطانیہ سے عدم تعاون کرنا چاہتی ہے۔ اگر وہ ہندوستانیوں کو یہ مشورہ دینا چاہتی ہے کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور ساری جنگ میں حصہ نہ لیں تو ایسے مشورہ کا ملک کی مدافعت پر بہت مہلک اثر پڑے گا اور اس سے عوام کی اخلاقی حالت پست ہو جائے گی۔ جیسا کہ میں نے اکثر کہا ہے انگلستان کے خلاف ہندوستان کی جانب سے جو فرد جرم پیش کی جا سکتی ہے وہ بہت سنگین ہے لیکن ملک کی مدافعت میں برطانیہ سے عدم تعاون کرنا جبکہ دشمن ہمارے دروازہ پر ہو خودکشی کے مترادف ہے۔

مسلم لیگ۔

میں مسٹر راجگوپال چاری سے اس امر میں بالکل متفق ہوں کہ کانگریس کو مسلم لیگ سے سمجھوتہ کر لینا چاہئے البتہ یہ چیز باعث حیرت ہے کہ ارباب کانگریس کو ایسے سمجھوتہ کی ضرورت کا احساس اتنی دیر کے بعد ہوا۔ جب موجودہ دستور پر عمل لایا گیا تھا اور کانگریس انتخابات میں کامیاب رہی تھی اس وقت اگر کانگریس صحیح اسپرٹ کے ساتھ مسلمانوں، پست اقوام اور دیگر اقلیتوں سے برتاؤ کرتی اور اقتدار میں ان کو مناسب حصہ دیتی تو پھر کوئی شورش برپا نہ ہوتی اور "پاکستان" کا نعرہ کبھی بلند نہ کیا جاتا۔ اس کے برعکس کانگریس نے ہر قسم کے اختلاف کو حقارت آمیز طریقے سے غیر مقدم کیا اور تمام مفاد پر اپنی مرضی مسلط کرنا چاہی اور اس بات کو فراموش کر گئی کہ مصالحت اور سمجھوتہ جمہوریت کی روح ہے۔ تمام جمہوری اصولوں کو خیرباد کہہ کر کانگریسی وزارتوں کو مجبور کیا گیا کہ مجالس مقننہ اور ووٹ دہندوں کو نظرانداز کر کے اپنے آپ کو کانگریس ہائی کمانڈ کے آگے جواب دہ تصور کریں۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں پارلیمانی جمہوریت ناکام رہی۔ اب کوئی اور موزوں طریقہ دریافت کرنا پڑے گا۔

ایک اور دعا

میں مسٹر راجگوپال چاری سے اس امر میں متفق ہوں کہ مسلم لیگ سے سمجھوتہ نہایت ضروری ہے۔ کانگریس

کے صدر رہ چکے ہیں کہ وہ کانگریس کے پانچ نمائندے مقرر کرنے تیار ہیں تاکہ وہ مسلم لیگ کے پانچ نمائندوں سے مل کر مسائل پر گفتگو کریں۔ لیکن حیرت تو یہ ہے کہ جب مراسلات کانگریس سے تین ہفتوں تک دہلی میں گفت و شنید جاری رہی اور جبکہ کانگریس اور مسلم لیگ کی مجالس عاملہ کے ارکان وہاں موجود تھے اور جب مسٹر گاندھی کانگریس سے علاحدہ ہو چکے تھے کسی نے اس امر کی کوشش نہیں کی کہ سب مل کر بیٹھ جائیں اور ایک متفقہ فارمولا کانگریس کے آگے پیش کریں۔ مسٹر راجگوپال کے مقابل میں مسٹر جگت نارائن لال کی قرارداد منظور ہو جانے کے مجھے اندیشہ ہے کہ مسلم لیگ سے گفت و شنید ناممکن ہو گئی ہے۔

بمبئی کے ایک اخبار نے خیال کیا ہے کہ جلسہ عام پر امتناع محض اس لئے عائد کی گئی ہے کہ وہ ایسے تعاون کے زیر اہتمام منعقد ہوئے جو ذمہ دار حکومت مانگتے ہیں۔ بہرحال اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ میسور اسٹیٹ کانگریس نے اس وقت ذمہ دار حکومت کے لئے جو جدوجہد جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ٹراونکور کے مجسٹریٹ نے ایسی جماعت کے جلسوں کی ممانعت قرار دے کر کوئی غیر معمولی کارروائی نہیں کی کہ جماعت ممنوع قرار دی گئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے حال ہی میں کہا کہ وہ والیان ریاست اور جمہوریت کی اس دیوار کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

مسٹر تھانو پلے کے سابقہ ریکارڈ کی بنا پر اندیشہ کیا گیا کہ وہ تشدد آمیز گفتگو کریں گے جس سے ممکن تھا کہ ملک میں بے چینی اور بدنظمی پیدا ہوتی خصوصاً اس لئے کہ کل ہند رعایائے ریاست کی کانفرنس کے لیڈر علانیہ پرچار کرتے پھرتے ہیں کہ مہاراجہ کا معدوم اور ختم ہو جانے چاہئیں۔

گاندھی جی کو دیوان ٹراونکور کا جواب

ترونندرم۔ "ہریجن" کی تازہ اشاعت میں ٹراونکور کی بابت ایک آرٹیکل کے متعلق ایک بیان میں دیوان ٹراونکور سر سی پی راماسوامی آئر کہتے ہیں اپنے چیلا اور رشتہ دار مسٹر جی راما چندرن سے مسٹر گاندھی کا مشورہ معلوم ہوا ہے جن کی بدولت واقعات کے رفیقانہ توت غلط انداز ہوا۔ ٹراونکور اسٹیٹ کانگریس کے ارکان مسٹر تھانو پلے اور مسٹر راما چندرن کے خلاف کارروائی احکام کی خلاف ورزی کی بنا پر نہ کہ تعاون کی بنا پر کی گئی۔

مسٹر تھانو پلے نے کل ہند رعایائے ریاست سوسائٹی کے لئے ریاست میں جلسہ کرنے اور جلوس نکالنے کی اطلاع دی تھی اور حکومت ٹراونکور نے علانیہ طور پر اس خیال کو پیش کیا تھا کہ اسٹیٹ کانگریس ریاست کے اندر اس نازک زمانے میں ایجی ٹیشن شروع کرے اور اس بات پر زور دیا تھا کہ باشندوں میں دوستانہ تعاون کی اور بصورت حالات عہد برآ کی غرض سے اپنی توانائیاں وقف کرنے کی شدید ضرورت ہے۔

حکومت نے اپنی پالیسی واضح کر دی تھی کہ وہ صورت حال کے مدنظر موجودہ وقت میں ایسے جلسوں یا ایسے جلسوں اور جلوسوں کی روادار نہ ہوگی جن میں جذبات تحریک کئے جائیں اور کوششیں کی جائیں جیسا کہ تھانو پلے نے حال میں کوشش کی کہ حکومت اور باشندگان ریاست کے تعلقات کشیدہ ہو جائیں۔ چنانچہ جلسوں اور جلوسوں کی ممانعت کر دی گئی۔ بہرحال ایک جلسہ کا انتظام ترونندرم میں کیا گیا اور مسٹر تھانو پلے اور مسٹر راما چندرن نے حکومت پر حملہ کیا اس لئے ان کے خلاف تعزیری کارروائی کی گئی اور قید کیا گیا۔

یہ صورت دلچسپ ہے جہاں جیسا کہ مسٹر گاندھی نے "ہریجن"